اسلام اور تہذیبِ جنس

(۲)

—————— مولانا سلطان احمد اصلاحی

شادی کے معیار میں تخفیف

اس سلسلے میں اسلام کی دوسری تاکید ہے کہ آدمی کو شادی کی ضرورت ہو لیکن اس کی مالی حالت اچھی نہ ہو اور وہ اپنے ہم رتبہ عورت سے شادی نہ کر سکے تو اس کو معیار میں تخفیف کر کے کم حیثیت لڑکی سے شادی کر لینی چاہیے۔ زمانہ نزول قرآن میں جب کہ دنیا میں غلامی کا رواج تھا آزاد انسانوں کے مقابلے میں غلام مردوں اور عورتوں کی حیثیت بہت زیادہ پست تھی۔ یہاں تک کہ ان کو بیچا اور خریدا جاتا تھا اور باقاعدہ ان کی تجارت ہوتی تھی۔ اس کے باوجود اگر آدمی کی معاشی حالت ساتھ نہ دیتی ہو اور شادی کے بغیر اس کے لیے رہنا دشوار ہو تو قرآن نے اس وقت کے آزاد مردوں کو اس کی اجازت دی کہ وہ ان کم حیثیت باندیوں سے شادیاں کر لیں:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ	اور جس کو اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ آزاد مسلمان عورتوں سے شادی کر سکے تو وہ تمہاری زیر ملکیت مسلمان باندیوں سے رشتہ کر لے۔ اللہ کو تمہاری ایمانی حالت کا اچھی طرح پتا ہے۔ حقیقت میں تم سب ایک ہی نسل سے ہو۔ تو تم ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور

مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (نساء: ۲۵)

دستور کے مطابق ان کو ان کا مہر ادا کرو۔ اس رشتہ سے ان کی نیت بھی مستحکم ازدواجی زندگی میں بندھ کر رہنے کی ہو، وقتی جنسی تسکین اور آشنائی اس کا محرک نہ ہو۔ (باندی سے رشتہ کی) یہ (سہولت) اس کے لیے ہے جس کو تم میں سے (اس کے بغیر) تنگی اور گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ اور یہ کہ تم صبر سے کام لے سکو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

آیت کریمہ کے آخر میں اگر چہ یہ بات کہی گئی ہے کہ آدمی صبر سے کام لے یہاں تک کہ اس کی مالی حالت اچھی ہو جائے اور وہ آزاد عورت سے شادی کر سکے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ باندی سے شادی کے نتیجہ میں اس سے ہونے والی اولاد ماں کی طرف سے غلام شمار ہوگی، جیسا کہ اس سے پہلے اس کا تذکرہ آچکا ہے [۱]۔ اس طرح آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا اس مشہور حدیث نبوی ﷺ کے ہم معنی ہے جس میں آپ ﷺ نے شادی نہ کر سکنے کی صورت میں نو جوانوں کو نفلی روزے رکھنے کی تاکید کی ہے تا کہ ان کو اپنی جنسی خواہش کو قابو رکھنے میں مدد ملے [۲]۔ اس بنیاد پر یہاں 'صبر' کی تفسیر بھی روزے سے کی جا سکتی ہے یعنی کہ نفل روزوں کے ذریعہ آدمی اس شادی کو ٹالنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس کی یہ معروف تفسیر ہے جس کی تفصیل اپنے مقام پر دیکھی جا سکتی ہے [۳]۔ لیکن اس کے باوجود آیتِ کریمہ میں کئی پہلوؤں سے اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ ضرورت کے تقاضے سے آزاد عورت سے شادی کرنے کی گنجائش نہ ہونے کی صورت میں بغیر شادی کے رہنے کے بجائے آدمی کو باندی سے شادی کر لینی چاہیے۔ اس لیے کہ آیت کریمہ میں باندیوں کی دو صفتوں ان کی جوانی اور ایمان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ واقعہ ہے کہ جوانی اپنا مستقل حسن اور کشش رکھتی ہے۔ اور اس سے بہت کم فرق پڑتا ہے کہ جوان لڑکی آزاد ہے یا باندی یا وہ

کس برادری اور کس ذات اور کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ جوانی کے اس حسن کے ساتھ اگر ایمان کی دولت بھی حاصل ہو تو آزادی اور غلامی کا سوال بہت پیچھے چلا جاتا ہے۔ اس سے آگے کے الفاظ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ (اور اللہ کو تمہاری ایمانی حالت کا خوب پتا ہے) سے یہ بھی بتا دیا کہ کیا پتا کہ نیکی اور ایمان میں ہونے والی باندی کا درجہ آزاد شوہر سے بڑھا ہوا ہو۔ آگے کے حصے بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ (تم سب کے سب ایک ہی نسل سے ہو) سے ذات برادری اور رنگ و نسل کے فتنے کی طرح آزادی اور غلامی کے فرق کی حقیقت بھی بتا دی کہ یہ انسانیت پر بعد میں طاری ہونے والی حالت ہے۔ ورنہ ساری انسانی آبادی جو ایک آدم و حوا کے بطن سے ہے، اس کے اندر قوموں اور قبیلوں کے فرق اور تفاوت کی طرح آزادی اور غلامی کا فرق بھی بعد میں آیا۔ اس لیے ذات برادری کے فرق کی طرح ضرورت کے تحت شادی کے معاملہ میں جوانی کے بعد ایمان کو جو سب سے اوپر رکھا ہے، یہی بات ابتداء آیت میں آزاد عورت کے معاملہ میں بھی قرآن نے کہی ہے:

......الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ...... (......آزاد عورتیں جو ایمان کی دولت سے آراستہ ہوں......)[۴۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے معاملہ میں اسلام اور قرآن کی اولین ترجیح دین داری اور ایمان ہے۔ جو لڑکا اور لڑکی دین داری اور ایمان داری میں جتنا آگے ہو شادی کے معاملہ میں اس کو اسی درجہ ترجیح حاصل ہوگی اور دوسرے کے مقابلے میں اس کے انتخاب کو اوپر رکھا جائے گا۔ اس سے فقہاء اسلام میں ان لوگوں کی رائے کو تقویت حاصل ہوتی ہے جو شادی میں کفاءت کے معاملے میں دین داری کو سب سے مقدم رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ تنہا اسی کو اس کا اصل معیار قرار دیتے ہیں۔ دوسرے موقع پر قرآن نے اس مضمون کو مزید کھول دیا ہے جہاں اس نے آزاد مشرک مرد و عورت کے مقابلے میں صاحب ایمان غلام اور باندی کو ان سے افضل قرار دیا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ — اور مشرک عورتوں سے شادی نہ کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور

اَعْجَبَتْكُمْ وَلَاتُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُوْلٰئِكَ يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوآ اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ.

(بقرہ: ۲۲۱)

مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے زیادہ اچھی ہے اگر چہ اس سے تمہاری دل چسپی زیادہ ہو۔ اسی طرح مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کا نکاح مت کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک سے زیادہ اچھا ہے اگر چہ تمہاری اس میں دل چسپی زیادہ ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنے حکم سے بخشش کی طرف بلاتا ہے۔ اور اپنی آیتوں کو لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ یاددہانی حاصل کرسکیں۔

آیت کریمہ میں جوانی کے ساتھ ایمان کی صفت کا حوالہ ان الفاظ میں ہے:

مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (نساء: ۲۵) تمہاری مسلمان جوان باندیوں سے۔

یہ الفاظ ترغیب کے لیے ہیں کہ جب باندی ایمان اور اسلام کی دولت سے آراستہ ہو اور اس کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو تو ایک مسلمان کو اس کے سلسلے میں بہت زیادہ تردد اور پس و پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت کے تقاضے سے بے تکلف اس سے شادی کر لینی چاہیے۔[۵] آیت کریمہ میں باندی سے شادی کی اجازت کے سلسلے میں آزاد عورت سے شادی کرنے کی استطاعت نہ ہونے کے ساتھ اس کی دوسری وجہ پریشانی اور مشقت سے چھٹکارا قرار دی گئی ہے:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (نساء: ۲۵) یہ سہولت اس کے لیے ہے جس کو تنگی اور گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

اس کی بنیاد پر فقہ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے آدمی جنسی نا آسودگی کا شکار ہو اور دوسری آزاد عورت سے شادی کی استطاعت نہ

ہوتو اس پریشانی اور مشقت کو رفع کرنے کے لیے آزاد عورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح کرسکتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ کسی باندی سے اس کا دل اس طرح لگ جائے کہ اس کے بغیر اس کو قرار ہی نصیب نہ ہوسکے۔ اسی ضرورت سے اس سے آگے آزاد عورت کی موجودگی میں ایک سے زائد باندیوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔[۶]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی اگر باپ اپنی کم سن لڑکی کی شادی کسی غلام سے کردے اسی طرح اپنے کم سن لڑکے کی شادی کسی باندی سے کردے تو یہ جائز ہوگا۔

ومن زوّج ابنته وهی صغیرة عبداً او زوّج ابنــه وهــو صغیر امة فهو جائز [۷]	جوکوئی اپنی کم عمر لڑکی کی شادی کسی غلام سے کردے یا اپنے کم سن لڑکے کی شادی کسی باندی سے کردے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

امام موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ:

لان الاعــراض عــن الـكـفــاءة لمصلحة تفوقها [۸]	اسی لیے کہ کفاءت سے روگردانی اس سے بڑی کسی مصلحت کے تحت ہی ہوسکتی ہے۔

آدمی کی معاشی حالت کم زور ہوتو آج کے حالات میں بسا اوقات برادری کے اندر بھی اسے معروف انداز کا ہم مرتبہ رشتہ نہیں مل پاتا ہے۔ جب کہ بعض صورتوں میں وہ برادری سے باہر جانے کے لیے مجبور ہوتا ہے، آیت کریمہ نے جب شادی کی ضرورت سے آزادی اور غلامی کے فرق کو بھی قابل لحاظ باقی نہیں رہنے دیا تو اس کی روشنی میں آج کے ذات برادری، علاقے اور زبان وغیرہ کے تفاوت کو کیا رکاوٹ اور مانع تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ یہاں تک کہ اس معیار کے پیش نظر بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ دوسرے تمام پہلوؤں سے اگر لڑکا اور لڑکی قابل قبول ہوتو ذات برادری کی کرید کہیں جرم اور گناہ میں شامل نہ ہو۔

مستحکم ازدواجی زندگی کا عزم:

اسلام انسان کے جنس (Sex) کے مسئلے کو تہذیب وشائستگی کے جس دائرے میں رکھنے کو لازم خیال کرتا ہے اس کے لیے جوان اور ضرورت مند مردوں اور عورتوں کی وقت پر

شادی ہو جانا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس معاہدے (Contract) کا باقی رہنا اور اس رشتے کا مستحکم اور پائدار ہونا بھی ضروری ہے۔ شریعت محمدیؐ میں فطرت، مصلحت اور عقل عام کے تقاضوں سے ان رشتوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن سے کسی مرد کا زوجیت اور مصاہرت کا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے کی آخری کڑی ہے کہ جس عورت کا کسی مرد سے نکاح ہو جائے تو جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے، اس سے کسی دوسرے مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا۔9 اس حصار سے باہر نکل کر نکاح کے دوسرے تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ خاص طور پر مہر کی ادائیگی کر کے وہ کسی بھی عورت سے نکاح کرسکتا اور اس کو اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔ لیکن اس موقع پر قرآن کا اصرار ہے کہ یہ رشتہ استحکام کے عزم کے ساتھ ہونا چاہیے۔ صرف وقتی طور پر جنسی خواہش کی تسکین کو اس کا پہلا اور آخری محرک نہیں ہونا چاہیے:

...... وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً

(نساء: ۲۴)

......ان (حرام کردہ رشتوں) کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہے کہ تم اپنے مال کے ذریعہ اپنی نکاح کی خواہش پوری کرو۔ لیکن اس سے تمہارا ارادہ مستحکم ازدواجی زندگی کا ہو، عارضی جنسی تسکین اس کا محرک نہ ہو۔ تو (نکاح کے ذریعہ) تم جو عورتوں سے فائدہ اٹھاؤ تو ان کو اس کا معاوضہ (مہر) ادا کرنے میں دیر نہ کرو۔ یہ (اللہ کا ٹھہرایا ہوا) فریضہ ہے۔

سورہ مائدہ جو قرآن میں احکام کی آخری تکمیلی سورہ ہے اس میں نکاح کے لیے جائز عورتوں کے دائرے میں ایک مزید وسعت پیدا کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ شریف اور پاک باز مسلمان عورت کی طرح ایسی ہی کتابیہ یہودی نصرانی عورت سے بھی مسلمان کے لیے نکاح کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس موقع پر بھی عارضی جنسی لطف اندوزی کے بجائے نکاح کو مضبوط اور مستحکم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے:

...... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِىْٓ اَخْدَانٍ......(مائدہ:۵)

...اور شریف مسلمان عورتوں کی طرح تم سے پہلے جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود ونصاریٰ) ان کی شریف عورتیں بھی تمہارے نکاح کے لیے حلال ہیں۔ جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ (مہر) ادا کردو۔ البتہ اس سے تمہارا مستحکم ازدواجی زندگی کا عزم ہونا چاہیے۔ عارضی جنسی تسکین اور وقتی دوست بنالینا اس کا محرک نہیں ہونا چاہیے۔

آیت کریمہ کا اس کے بعد کا ٹکڑا مزید قابل توجہ ہے جس میں وعید ہے کہ نکاح کے اس معاملے کو ہلکا اور آسان نہ لیا جائے۔ معقول عذر کے بغیر نکاح کو بار بار توڑنا اور اللہ کے آخری دین کی ترجیحات کے مطابق مستحکم خاندان کے ادارے کی تشکیل کے بجائے اس رشتے کو صرف جنسی کھیل کا ذریعہ بنانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ ایمان کے باوجود اس کافرانہ عمل کی نحوست سے آدمی کے تمام کیے کرائے پر پانی پھر سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت کے دائمی خسارے کی زد میں آسکتا ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ . ۱۰ (مائدۃ:۵)

اور ایمان کو پاجانے کے بعد بھی جو کفر کے راستے پر عمل پیرا ہو تو اس کا تمام کیا کرایا اکارت ہے۔ اور آخرت میں وہ گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

مسلمان مردوں کے ساتھ باندیوں سے نکاح کرنے کی صورت میں یہی بات ان کے لیے کہی گئی ہے۔ سورہ نساء کی آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا اس سے پہلے آچکا ہے:

...... فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ......(النساء:۲۵)

......تو تم مسلمان باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے شادی کرلو۔ اور دستور کے مطابق ان کا معاوضہ (مہر) ادا کرنے میں دیر مت کرو۔ البتہ اس نکاح سے ان (باندیوں) کی نیت بھی مستحکم ہونی چاہیے۔ وقتی جنسی تسکین اور عارضی دوستوں کی تلاش اس کا محرک نہیں ہونا چاہیے۔

اس موقع پر ایک اشکال ہے اور وہ یہ کہ قرآن نے کسی دوسری جگہ آزاد عورتوں کے سلسلے میں نکاح کی اپنی اس شرط کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ جب باندیوں کے معاملے میں اس شرط کا ذکر دیا گیا تو آزاد عورتوں کے لیے تو بدرجہ اولیٰ اس کو لازم ہونا چاہیے اور ان کو اس کا زیادہ لحاظ ہونا چاہیے۔ اس کی دوسری وجہ آزاد عورتوں کی پردہ داری ہے۔ قرآن کے لیے ناقابل تصور ہے کہ نکاح میں آجانے کے بعد کوئی آزاد عورت کسی دوسری طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اس کے سلسلے میں ایک تیسری بات بھی کہی جاسکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر سماج کے پس ماندہ اور کم زور طبقوں کی عورتوں میں نکاح کے احترام اور تقدس کا رجحان کم ہوتا ہے۔ اس وقت عرب کے سماج میں باندیوں کی یہی حالت تھی۔ ہندوستان کے پس ماندہ طبقات میں آج بھی اس صورت حال کا بہت کچھ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پس منظر میں سورہ نساء کی زیر نظر آیت کریمہ آزاد مردوں کے نکاح میں آنے والی باندیوں کے لیے قرآن کی تاکید ہے کہ اب ان کے طور طریقے کو بدل جانا چاہیے۔ اور ان کو نکاح کے اس مقدس رشتے کو زیادہ سے زیادہ مستحکم اور مضبوط بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔

اس سلسلہ میں زیر نظر آیات میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ آخر میں ان پر نظر ڈالنی چاہیے:

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (مائدة: ۵)	حفاظت چاہنے والے بن کر، صرف پانی بہانے والے اور آشنا بنانے والے کے طور پر نہیں۔
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (نساء: ۲۵)	حفاظت چاہنے والیاں بن کر، صرف پانی بہانے والیاں اور آشنا بنانے والیوں کے طور پر نہیں۔

احصان کے لفظی معنی بچانے اور محفوظ کرنے کے ہیں۔ ''اصل الاحصان المنع''۔ اس موقع پر شادی کے لیے اس شرط کے اضافہ کا مطلب ہے کہ اس رشتے کو وہ

مستقل طور پر اپنی شرم گاہ کو محفوظ کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ شادی شدہ مرد وعورت کو ''مُحصن''یا''مُحصَن''یا''مُحصِنة''یا''مُحصَنة''اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی بدولت دونوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ اپنے آپ کو جنسی بے راہ روی سے بچانے کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے۔۱۱ آگے''غیر مسافحین''اور''غیر مسافحات''اس کی مزید تاکید کے لیے ہے۔'سفح' کے لفظی معنی پانی یا خون بہانے کے ہیں۔اس سے نکلنے والے الفاظ'سِفاح'اور'مسافحة' کے معنی بدکاری اور زنا کاری (الزنا والفجور) کے ہوتے ہیں کہ عورت اور مرد کے حرام اور ناجائز تعلق میں ذمہ داری اور جواب دہی سے بچتے ہوئے صرف پانی بہانے اور جنسی تسکین حاصل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔۱۲ 'متخذی اخدان'اور'متخذات اخدان'اس کی تیسری تاکید ہے۔اس میں'اخدان، خدن' کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی'مصاحب' کے ہیں۔لیکن اس کا اکثر وبیش تر استعمال اس ساتھی کے لیے ہوتا ہے جس کو جنسی تسکین کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔۱۳ اس طرح سے دیکھا جائے تو یہ لفظ آج کے معروف بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے ہم معنی ہے۔ جسے آج کے حالات میں وسعت دے کر میل فرینڈ (Male Friend) اور فیمیل فرینڈ (Femal Friend) کر دینا مناسب ہے۔اس لیے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں رشتۂ ازدواج سے باہر آزاد جنسی تعلق گرل اور بوائے سے نکل کر میل اور فیمیل تک پہنچ چکا ہے۔ترقی یافتہ یورپ میں مرد وعورت دھڑلے سے شادی اور نکاح کے بغیر ایک ساتھ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس ناجائز تعلق کے نتیجے میں ان کے بچے بھی ہو جاتے ہیں۔ بعد میں مرد اس عورت کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت کے ساتھ رہنے لگتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح آگے چلتا رہتا ہے۔اکثر و بیش تر مائیں ایسے بچوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے مجبور ہوتی ہیں۔ جسے اس وقت یورپ اور امریکہ کی اصطلاح میں تنہا والدین (Single Parents) کہا جاتا ہے۔اور اس وقت اس طرح کی ناجائز اولاد اس ترقی یافتہ دنیا کا بڑا مسئلہ ہے۔

نکاح کے ساتھ ان شرطوں کے اضافہ سے اللہ کی آخری کتاب نے قیامت تک اس کے ماننے والوں کے لیے اس فتنہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔قرآن کے اس نسخۂ کیمیا سے

دوسرے لوگ بھی اسی طرح اپنی شفایابی کا سامان کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ غفلت شعار دنیا کو اس نعمت کی قدر نہیں ہے۔ اور اس سے آنکھیں موند کر وہ لگاتار تہذیبی فنا (Cultural Extinction) کے راستے پر آگے بڑھتی جا رہی ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت

قرآن مجید مسلمان مرد اور عورت کو اس طرح مستحکم طور پر شادی کے بندھن میں باندھ دینے کے باوجود بار بار اس کی تاکید کرتا ہے کہ ان کی تمام تر جنسی دلچسپی شادی کے دائرے کے اندر ہونی چاہیے۔ اس سے باہر مسلمان مرد و عورت دونوں کو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کا سخت اہتمام کرنا چاہیے۔ زمانۂ نزول قرآن میں جب کہ عرب میں غلامی کا رواج تھا، اس پس منظر میں مردوں کو ایک اضافی سہولت حاصل تھی کہ وہ اپنی بیوی کے علاوہ اپنی باندیوں سے بھی شوہر بیوی کا تعلق قائم کر سکتے تھے۔ لیکن اس عارضی اور وقتی سہولت سے ہٹ کر مسلمان مردوں کو سخت تاکید کی گئی کہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے باہر ان کو اپنی شرم گاہ کی پوری حفاظت کرنی چاہیے۔ قرآن میں جا بجا اہل ایمان کی ان صفات کا بیان ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو غیر معمولی طور پر پسند ہیں اور جن کو اپنا کر وہ کامیابی سے ہم کنار ہو سکتے اور جنت کے اعلیٰ ترین درجہ کے حق دار بن سکتے ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ...... وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ...... اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ

(مومنون: ۱-۱۱)

ایمان والے مراد کو پہنچ گئے...... ان ہی میں وہ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں سے اور ان سے جو ان کے ہاتھ کی ملکیت ہیں تو ان کے معاملے میں ان پر کچھ کہا سنی نہیں ہے۔ ہاں جو اس سے آگے کا طلب گار ہو تو یہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔...... یہی ہیں جو وراثت پانے والے ہیں۔ یہ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ جس میں کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کی صفات میں اسی کا حوالہ ہے اور اس سے آراستہ ہونے والوں کو جنت کے اعزاز واکرام کا مستحق بتایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ...... اُوْلٰئِكَ فِىْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (معارج: ۲۹-۳۵)

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں سے اور ان سے جو ان کے ہاتھ کی ملکیت ہیں (یعنی کہ ان کی باندیاں) تو ان کے معاملے میں ان کے اوپر کچھ کہا سنی نہیں ہے۔ ہاں جو اس سے آگے کا طلب گار ہو تو یہی لوگ ہیں جو حد سے بڑھنے والے ہیں...... یہ وہ لوگ ہیں جنھیں جنت میں انتہائی عزت واحترام کے ساتھ رکھا جائے گا۔

یہ خطاب مسلمان مردوں سے تھا لیکن مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر قرآن نے عورتوں کو بھی اس سلسلے میں آگاہ کرنا ضروری خیال کیا۔ سورۂ احزاب میں مسلمان مردوں اور عورتوں کی مطلوبہ جامع صفات کے بیان میں ایک دفعہ اس کو بھی قرار دیا:

...... وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ ...... (احزاب: ۳۵)

......اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں۔

دوسری جگہ خاص طور پر شادی شدہ مسلمان عورتوں کی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ نیک دین دار اور شوہروں کی فرماں بردار ہونے کے ساتھ ان کے غائبانہ میں ان کے مال و اسباب سے زیادہ ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں:

......فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: ۳۴)

......تو جو نیک عورتیں ہیں وہ فرماں بردار ہوتی ہیں اور اللہ نے ان کو جو (شوہروں کا) تحفظ فراہم کیا ہے تو اس کے بدلے وہ بھی غائبانہ کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

اس موقع پر "قٰنِتٰت" کی تفسیر تو شوہر کی فرماں بردار سے کی ہی گئی ہے، اسی طرح "حٰفِظٰتٌ لِلْغَیْبِ" کی تفسیر میں کہا گیا ہے:

(حافظات للغیب) ای لفروجھن وغیرھا فی غیبۃ ازواجھن [۱۴]

'غائبانہ حفاظت کرنے والی' یعنی کہ اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں اپنی شرم گاہوں اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کی حفاظت کرنے والی۔

اسی طرح "بما حفظ اللہ' کی تفسیر میں صاحب جلالین کا کہنا ہے کہ:

(بما حفظ) لھن (اللہ) حیث اوصیٰ علیھن الازواج [۱۵]

'اللہ' نے ان کو جو حفاظت فراہم کی ہے یعنی کہ شوہروں کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔

مسلمان مرد و عورت کے لیے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ کی آخری کتاب کا یہ مثبت بیان تھا۔ اس کو مزید موکد کرنے کے لیے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس کے خلاف منفی آگاہی بھی دی گئی ہے۔ مسلمان مرد و عورت شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ان کو ہر حال میں زنا کاری اور بدکاری سے اپنے کو دور رکھنا چاہیے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اولاد کے قتل اور عام قتل کی حرمت کے بیان کے بیچ میں زنا کاری اور بدکاری سے دور رہنے کی تاکید ہے جس سے قرآن کی نظر میں اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلاً (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ یہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام ہے۔ اور اس کا راستہ بڑا برا راستہ ہے۔

دوسری جگہ یہی بات اللہ کے محبوب بندوں کی امتیازی صفت کے طور پر بیان کی گئی ہے کہ وہ زنا کاری اور بدکاری کے گناہ سے اپنے کو دور رکھتے ہیں۔ یہاں بھی اس کا تذکرہ شرک اور قتل جیسے بڑے گناہوں کے ساتھ ہے۔ اس سے بھی کتاب اللہ کی نظر میں اس برائی اور خرابی کی شناعت کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے:

وَالَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً اٰخَرَ وَلَایَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَاماً (فرقان:۶۸)

اور اللہ کے محبوب بندے اس کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے قتل نہیں کرتے سوائے اس کے کہ اس کے اوپر کوئی حق مرتب ہوتا ہو۔ اسی طرح یہ زنا کاری کا ارتکاب نہیں کرتے اور جو کوئی ایسا کرے گا اسے اس گناہ کا انجام بھگتنا ہوگا۔

اس طرح کے موقع پر جب بات مذکر کے صیغے سے کہی جاتی ہے تو قرآن کے معروف اسلوب کے مطابق وہ مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہوتی۔ بلکہ مرد وعورت اس کے خطاب میں یکساں طور پر شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح زنا کاری اور بدکاری سے دور رہنے کی جو بات مسلمان مردوں کے حوالہ سے کہی گئی ہے، مسلمان عورتیں بھی اس میں اسی طرح شامل ہیں۔ اس کے باوجود کتاب اللہ نے الگ سے بھی اس کے متعلق طبقۂ خواتین کو متوجہ کرنا ضروری خیال کیا ہے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کو اپنے زمانہ میں مسلمان خواتین سے بیعت لیتے وقت جن دفعات کی نشان دہی کی گئی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ زنا کاری اور بدکاری سے اپنے آپ کو دور رکھیں گی۔ یہاں بھی یہ مضمون شرک، چوری اور قتل اولاد جیسے بڑے گناہوں کے درمیان ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَاجَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتِ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَایُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئاً وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ ...... فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ممتحنۃ: ۱۲)

اے نبیؐ آپ کے پاس جو مسلمان عورتیں اس پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ ٹھہرائیں گی اور چوری نہ کریں اور زنا کاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی...... تو ایسی عورتوں سے آپ بیعت لیجیے۔ اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا بھی کرتے رہیے۔ بلاشبہ اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

نبی ﷺ کی احادیث ان آیات کریمہ کی تفسیر ہیں جن میں اسی طرح مسلمان مردوں اور عورتوں کو زنا کاری اور بدکاری سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس جرم کی شدت اور شناعت کو مختلف طریقوں سے نمایاں کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں شرک اور قتل اولاد جیسے بڑے گناہوں کے ساتھ ایک گناہ اسے قرار دیا کہ:

ان تزانی حلیلة جارک ۔۱۶	یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کاری کرو۔

دوسرے موقع پر اس کی خرابی کی مزید وضاحت میں فرمایا:

لان یزنی الرجل بعشر نسوة اَیْسَرُ علیہ من ان یزنی بامرأة جاره. ۱۷	آدمی دوسری دس عورتوں کے ساتھ زنا کاری کرے یہ اس سے زیادہ ہلکا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کاری میں ملوث ہو۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن ذنب بعد الشرک اعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لایحل له. ۱۸	شرک کے بعد اللہ کے نزدیک اس سے بڑھ کر دوسرا گناہ نہیں کہ کوئی شخص اپنے نطفہ کو ایسی بچے دانی میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

یہ خطاب مردوں سے تھا۔ طبقۂ خواتین کے سلسلے میں ارشاد ہوا:

خیر النساء امرأة اذا نظرت الیها سرتک ، واذا اَمرتها اطاعتک ، واذا غبت حفظتک فی نفسها ومالک. ۱۹	سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب تم کو اس کو دیکھو تو تمہارا دل خوش ہو جائے اور جب تم اس کو کسی کام کے لیے کہو تو وہ اس کو لپک کر انجام دے۔ اور جب تم اس کو چھوڑ کر کہیں جاؤ تو اپنی ذات اور تمہارے مال دونوں کو تمہارے لیے بچا کر رکھے۔

نیز یہ کہ:

اذا صلت المرأة خمسها، وصامت شهرها، وحفظت فرجها، واطاعت زوجها قیل لها ادخلی الجنة من ای الابواب شئت. [۲۰]

جو عورت ایسی ہو کہ وہ پانچوں وقت کی نماز کی پابندی کرے، پورے رمضان کا روزہ رکھے اور پوری تندہی سے اپنے شوہر کا حکم بجالائے تو (قیامت کے دن) اس سے کہا جائے کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

محرکاتِ زنا سے دوری

اس کے ساتھ ہی اسلام کی تاکید ہے کہ زنا کے ساتھ محرکات اور مقدمات سے بھی اپنے کو دور رکھا جائے۔ اس میں سرِ فہرست 'غضّ بصر' ہے یعنی مسلمان مرد و عورت اجنبی مردوں اور عورتوں کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔ اچانک نگاہ پڑ جائے تو فوراً ہٹالیں۔ کسی موقع پر دیکھنا ضروری ہو تو ضرورت سے زائد ہرگز نہ دیکھا جائے۔ قرآن نے اس حکم کا بیان مرد و عورت کے لیے شرم گاہ کی حفاظت کے ساتھ جوڑ کر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے حصول میں اس پر عمل درآمد غیر معمولی طور پر معاون ہے۔ اسی طرح 'غضّ بصر' میں کوتاہی ہو جائے تو مسلمان مرد و عورت کے لیے شرم گاہ کی حفاظت اتنی ہی مشکل ہو جاتی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ...... (نور: ۲۹)

(اے پیغمبر!) مسلمان مردوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور (اس طرح) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا انتظام کریں......۔

نیز یہ کہ:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ...... (نور: ۳۰)

اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور (اس کے ذریعہ) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا انتظام کریں۔

اجنبی مرد و عورت کے ایک دوسرے کو دیکھ سکنے کے معاملے میں سب سے زیادہ گنجائش حضرات حنفیہ کے ہاں ہے۔ ان کے یہاں بھی اس کی صراحت ہے کہ عورت اگر کسی اجنبی مرد کو شہوت کے غلبے یا اس کے امکان کے ساتھ دیکھے تو اس صورت میں اس کے لیے اپنی نگاہوں کو نیچی کر لینا مستحب ہے، لیکن اسی کیفیت کے ساتھ مرد بھی اس کو دیکھے تو اس کے لیے ایسا کرنا صاف طور پر حرام اور ناجائز ہے۔[۴۱] ساتھ ہی اختلاط مرد و زن اور دوسری کم زوریوں اور خرابیوں سے بھی مردوں اور عورتوں کو بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر کی جا چکی ہے۔

سزاؤں کا اہتمام

اس کے بعد بھی جو مرد و عورت قابو میں نہ آئے اس کے لیے اسلام نے سخت سزا تجویز کی ہے۔ زنا کا ارتکاب کرنے والا مرد و عورت اگر شادی شدہ ہے تو اسلام میں اس کی سزا 'رجم' یا سنگ سار کیا جانا ہے۔ یعنی اسلامی ریاست کے زیر اہتمام ایسے مرد و عورت پر پتھر برسائے جائیں گے، تا آنکہ ان کی موت واقع ہو جائے۔ یا یہ کہ تلوار سے قتل یا کسی دوسرے ذریعہ سے ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ شادی شدہ نہ ہونے کی صورت میں ایسے مرد و عورت کو سو کوڑے کی مار لگائی جائے گی جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ نور کی پہلی آیت کریمہ میں اس کی صراحت ہے۔ اس سے کم تر جنسی جرائم کے لیے شریعت میں 'تعزیز' کی سزا ہے۔ جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

☆

حواشی و مراجع

۱؎ امام غزالیؒ کے حوالہ سے اس کا ذکر پیچھے آ چکا ہے۔

۲؎ ابوبکر جصاص رازیؒ کے حوالہ سے آپ ﷺ کی مشہور حدیث پہلے آ چکی ہے۔

۳؎ احیاء علوم الدین: ۱/۱۶۶، بحث 'اسرار العلوم' مطبعہ عامرہ شرفیہ، مصر ۱۳۲۶ھ

۴؎ آزاد عورتوں کی اس صفت کے بارے میں صاحب جلالین کا یہ کہنا ہے کہ یہ غالب

حالت کے لحاظ سے ہے اور اس کا کوئی مطلب نہیں ہے: ھو جری علی الغالب فلا مفھوم لہ ۔ تفسیر الجلالین: ص ۱۰۴۔ بہت کم زور ہے۔ اس موقع پر یہ صفت آیت کریمہ کے اس حصے کی جانب، جیسا کہ آگے باندیوں کے سلسلے میں بھی یہ اس حصے کی جان ہے۔ من فتیکم المومنت ۔ الحمد للہ کہ ہماری تفسیر سے صاحب جلالین کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کے کسی لفظ اور حرف کو زائد اور بے مفہوم کہنے سے بہتر ہے کہ آدمی اس کے سلسلے میں اپنے عجز کا اعتراف کرے۔ واللہ الموفق۔

۵ اوپر 'محصنات' کی صفت اور یہاں باندیوں کے سلسلے میں ایمان کی صفت جلالین کے نزدیک زائد اور بے مفہوم ہے۔ لیکن جس طرح اوپر آزاد عورتوں کے معاملے میں ان کی بات کم زور ہے، باندیوں کے معاملے میں بھی اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ وما العلم الا عند اللہ العلیم الحکیم۔

۶ بدایۃ المجتھد: ۲/۴۳، دار المعرفۃ، بیروت

۷ ہدایہ: ۲/۳۰۲، کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

۸ حوالہ سابق

۹ اس سے صرف ایک استثناء ہے۔ کافروں سے جنگ میں ان کی عورتیں قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آئیں تو اگر اس کے برعکس کا ان سے کوئی معاہدہ نہ ہو تو اپنے پچھلے غیر مسلم شوہروں سے ان کا رشتہ لوٹ کر وہ فاتح مسلمانوں کے لیے حلال ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت کریمہ: ۲۴ کے ابتدائی حصہ میں اس کی صراحت ہے: والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتب اللہ علیکم۔ (اسی طرح ان عورتوں سے (تمہارے لیے نکاح کرنا حرام ہے) جو پہلے سے کسی کے عقد نکاح میں ہوں سوائے ان (غیر مسلم) عورتوں کے جو جنگ میں تمہارے قبضے میں آ جائیں۔ یہ اللہ کا تمہارے لیے فیصلہ ہے) اس کے بعد آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے جو آگے آتا ہے۔

۱۰ اس طرح کے پس منظر میں یہی محل سورۂ نور کی آیت کریمہ: ۳۴: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ الخ اور سورۂ طلاق کی آیات: ۸-۱۲ کا سمجھ میں آتا ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ اِلیٰ آخِرِ السورۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۱ ابن منظور الافریقی م ۷۱۱ھ: لسان العرب: ۱۲/۱۲۱، دار صادر بیروت۔

۱۲ لسان العرب: ۱۰/۴۸۵-۴۸۶، طبع مذکور

۱۳ ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی م ۵۰۲ھ: المفردات فی غریب القرآن/۱۴۴، دار المعرفۃ، بیروت، تحقیق وضبط محمد سید کیلانی، طبع جدید۔
۱۴ تفسیر الجلالین/۱۰۶، طبع جدید، دار المعرفۃ، بیروت۔
۱۵ حوالہ سابق۔
۱۶ تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۲۶، مطبعہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۹۳۷ء۔
۱۷ حوالہ سابق۔
۱۸ حوالہ سابق۔
۱۹ تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۹۱ محولہ بالا۔ نیز احکام القرآن المصباحی: ۲/۲۲۹۔
۲۰ حوالہ سابق۔
۲۱ ہدایہ: ۴/۴۴۴، کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق

مولانا سید جلال الدین عمری

ہندوستان کے پس منظر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کیسے تعلقات ہونے چاہئیں؛ یہ موضوع کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے، اس لئے کہ فرقہ پرستوں نے اس سلسلہ میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً انھوں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجب گردن زنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ اس کتاب میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک ان کی مذہبی آزادی اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معاشرتی، معاشی اور سیاسی تعلقات پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف کے جاندار اور رواں دار قلم نے سلیس اور دلکش اسلوب میں پیچیدہ مسائل کی گتھی سلجھائی ہے۔

ہندوستان کے پس منظر میں غیر مسلموں سے تعلقات کے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی مفصل کتاب، دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کی ایک اہم ضرورت

آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات: ۳۳۲ قیمت (مجلّد) =/۱۰۰ روپئے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵